سلسلہ مطبوعات ۲۰

عبادت وخلافت

www.rahimia.org

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

نام پمفلٹ: عبادت وخلافت

مؤلف: مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

ناشر: شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

طبع: اول، ۱۹۹۲ء، دوم، ۲۰۱۸ء

www.rahimia.org

حرفِ اوّل

اس کائنات رنگ و بو میں مخلوقات کے حسین تنوع میں انسان اپنا ایک منفرد اور امتیازی مقام رکھتا ہے۔ اس انسان میں بہیمی (حیوانی) طاقتیں بھی ہیں اور مَلَکی (روحانی) قوتیں بھی ہیں۔ ان دونوں کا امتزاج انسان کو منصب خلافت کا اہل قرار دیتا ہے۔ چناں چہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ارادہ ظاہر کیا تو ملائکہ نے اس کی صفات بہیمیّت دیکھ کر زمین میں فساد کا اندیشہ ظاہر کیا، جب کہ اس کی صفاتِ ملکی کے پیش نظر اپنے وظائف تسبیح و تقدیس کا تذکرہ کیا، جب کہ ان دونوں صفات کے امتزاج کو وہ نہ جان سکے اور اسی امتزاج کو ظاہر کرنے کے لیے اس مخلوق کی صفت علم کا تذکرہ کیا گیا کہ یہ اس علم کو عمل میں لا کر صفات بہیمیت وملکیت کو توازن فراہم کرے گی تو منصب خلافت کی اہلیت عیاں ہو جائے گی۔ وہ یوں کہ انسان علم شریعت کی روشنی میں طریقت کی خلوتوں اور سیاست کی جلوتوں میں ہم آہنگی پیدا کرے، انسان کی روحانی صفات کا تقاضا عبادت اور حیوانی صفات کا تقاضا خلافت بھی سیاست ہے۔

ہم جس معاشرے میں جی رہے ہیں، یہاں دین کا تعارف یا تو ایسے حوالوں سے ہے کہ اس میں اور رہبانیت میں صرف رسمی فرق رہ جاتا ہے یا اس کو سیاست کاری میں ایسے اُلجھا دیا جاتا ہے کہ حکمت عملی کے نام پر دین کے روحانی تقاضے یکسر پامال ہو کر رہ جاتے ہیں، ایسے میں متوازن فکر کی ترویج واشاعت کی ضرورت اَور بڑھ جاتی ہے۔

زیر نظر پمفلٹ برعظیم پاک و ہند کی ممتاز علمی شخصیت حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی تقریر پر مبنی ہے جو آپ نے 1964ء میں افریقا کے سفر میں کی تھی۔ موصوف کا اپنا منفرد اسلوب بیان ہے، جس میں تحکم کی بجائے حکمت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور یقیناً دورِ حاضر کے وعظین اور خطبا کی تقاریر میں عنقا ہے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن اس تقریر کی پمفلٹ کی صورت میں اشاعت کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اہل حکمت اس کو پسند کریں گے۔ (چیئرمین)

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

تمہید	۵
انسان میں مخلوقات کے نمونے	۶
انسان میں خالق کائنات کے نمونے	۱۰
نمونہ کائنات ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ	۱۴
نمونہ کمالات خداوندی ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ	۱۷
تکمیل ایمان کے لیے عبادت وخلافت دونوں ضروری ہیں	۱۹
اخلاقی قوت سے ہی انسان اونچا ہوسکتا ہے	۲۴
مسلمان کا دنیا میں مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے	۲۵
قربانی سے نصب العین دنیا میں پھیلتا ہے	۲۶

www.rahima.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ مسنونہ کے بعد

اعوذ باللہ من الشطین الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
یٰبنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی
مااصابک ان ذلک من عزم الامور (لقمن پ ۱۷، ع ۲)
صد ق اللہ العلی العظیم

بزرگان محترم!

یہ قرآنِ کریم کی ایک آیت ہے یہ نصیحت ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کی اور حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کو نقل فرمایا۔ اسی آیت سے ایک مضموں اخذ واستنباط کر کے میں عرض کرنا چاہتا ہوں، اور وہ دو مقاصد پر مشتمل ہوگا، جس سے یہ معلوم ہوگا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کیوں بھیجا؟ کیوں پیدا کیا؟ اس کی زندگی کے کیا مقاصد متعین ہیں؟ اور ہم ان مقاصد کو کس حد تک انجام دے رہے ہیں۔

تمہید

ان دو مقاصد کی تفصیل سے پہلے ایک مختصر سی تمہید سمجھ لیجیے، تا کہ اس مقصد کا سمجھنا آسان ہوجائے وہ یہ کہ یہ جو لمبی چوڑی کائنات آپ کے سامنے پھیلی پڑی ہے، جس میں بے انتہا طویل وعریض آسمان کا خیمہ تنا ہوا ہے، زمین کا فرش بچھا ہوا ہے، زمین وآسمان کے بیچ میں ہزاروں قسم کی مخلوقات بچھی پڑی ہیں، جمادات اور ان کی ہزاروں قسمیں نباتات اور ان کی ہزاروں قسمیں نیز جانوروں کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ دریا اور خشکی کے جانور، غرض جمادات

نباتات اور حیوانات یہ بہت سی انواع واقسام ہیں جو زمین وآسمان کے درمیان پھیلی ہوئی ہیں پھر آسمانوں کے اوپر ایک عظیم مخلوق ہے، جس کو ملائکہ کہتے ہیں۔ وہ اتنے پھیلے ہوئے ہیں، جیسے حدیث میں ہے کہ آسمان میں چار انگلی جگہ خالی نہیں ہے، جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مصروف عبادت نہ ہو۔ تو ان گنت ملائکہ اوپر پھیلے ہوئے ہیں، اس ساری کائنات اور مخلوقات کی انتہا عرش پر جا کر ہوتی ہے۔ عرش عظیم کے اوپر شریعت کسی مخلوق کا پتہ نہیں دیتی، وہاں خالق کی تجلیات اور کمالات ہیں۔ صرف ایک مخلوق کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے ایک تختی اور لوح رکھی ہوئی ہے اور وہ تختی زمین وآسمان سے بھی زیادہ بڑی ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ!

ان رحمتی سبقت غضبی (صحیح بخاری)

میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

رحمت آگے آگے چلتی ہے، غضب اس کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اصل رحمت ہے، غضب اس کے تابع ہے، یہ ایک دستاویز لکھی ہوئی ہے۔ اس مخلوق کا تو نشان ملتا ہے، باقی خالق کی تجلیات وکمالات اور اس کی صفات عرش کے اوپر پھیلی ہوئی ہیں، تو زمینیں آسمان وزمین کے درمیان فضا آسمان، جنت، عرش اور کرسی پھر تجلیاتِ ربانی کا یہ سلسلہ ہے تو بڑی لمبی چوڑی کائنات ہے۔

www.rahmia.org

انسان میں مخلوقات کے نمونے

لیکن اللہ کی قدرت دیکھیے کہ اس ساری لمبی چوڑی کائنات کو جو کروڑوں میلوں پر پھیلی ہوئی ہے، ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں بند کر دیا۔ آج کل کے سائنس دانوں کے قول کے مطابق چاند زمین سے سترہ لاکھ میل دور ہے، پھر اس سے کتنا اوپر آسمان ہے، پھر کتنے آسمان اور کتنی جنتیں ہیں تو لاکھوں کروڑوں میل پر مشتمل ہے، لیکن جب اس کو سمیٹا تو ایک ڈیڑھ گز کی جگہ میں آ گئی اور وہ ڈیڑھ گز کی جگہ کیا ہے؟ وہ آپ ہیں۔ ساری کائنات کو اللہ نے انسان میں جمع کر دیا ہے، جس میں زمین بھی ہے، آسمان بھی ہیں، پہاڑ بھی ہیں، جمادات نباتات اور حیوانات بھی اس کے اندر جمع ہیں۔

انسان کو دیکھا جائے تو اس میں مٹی بھی ہے، پیدا ہی زمین سے ہوا، اسے مشت خاک ہی

کہتے ہیں کہ ایک مٹھی خاک سے ہمارا بدن پیدا کیا گیا۔تو یہ ہمارا بدن زمین کا ایک تودہ ہے، روح نے اس مٹی کو سنبھال رکھا ہے، وہ روح نکلنے کے بعد پھر مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے۔ اور اس زندگی کی حالت میں بھی اس سے مٹی نکلتی رہتی ہے۔ اگر آپ روزانہ غسل نہ کریں تو جب بدن پر ہاتھ پھیریں گے، بدن سے سیاہ سیاہ بتیاں اُتریں گی۔ وہ مٹی اور کوڑا کباڑ نہیں تو اَور کیا ہے۔ تو بدن خاک کا ہے اور خاک ہی اس سے چھنتی ہے، اگر خارش ہو جائے تو سارے بدن سے بھوسی سی جھڑتی ہے، جیسے مٹی جھڑ رہی ہو، تو آج بھی انسان مٹی کا تودہ ہے۔ مرنے کے بعد یہ مٹی بکھر جاتی ہے۔ گویا انسان کے اندر زمین موجود ہے اور وہی خاصیت اس زمین کی ہے جو عام زمین کی ہے، اگر آپ اس میں غور کریں آپ کی اس زمین میں پہاڑوں کا سلسلہ بھی ہے، ہزاروں چھوٹے بڑے پہاڑ پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ جو انسان میں ہڈیوں کا سلسلہ ہے، یہ پہاڑوں کی مانند ہے۔ کوئی بڑی ہڈی کوئی چھوٹی، کوئی لانبی، کوئی چوڑی، جیسے پہاڑ مختلف ہوتے ہیں تو یہ ایک سلسلہ ہے جو اس میں پھیلا ہوا ہے، اسی طرح اگر آپ غور کریں، جیسے دنیا کی زمین میں درخت، گھاس اور نباتات اُگتے ہیں، ہماری زمین میں بھی نباتات اُگے ہوئے ہیں۔ بدن کے اوپر رواں اور بال یہ نباتات ہیں۔ پھر کسی زمین پر گھنے جنگل ہوتے ہیں کہ بہت ہی قریب قریب درخت ہیں تو سر ایسا ہے، جیسے گھنا جنگل کہ سینکڑوں درخت اس میں قریب قریب اُگے ہوئے ہیں، کوئی زمین ایسی ہوتی ہے کہ اس میں درخت دور دور ہوتے ہیں، جیسے عام بدن کے اوپر رواں اور بال دور دور ہیں، کوئی زمین کا حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی درخت پیدا ہی نہیں ہوتا، ہتھیلیوں پر کچھ بھی نہیں اُگتا۔ عام طور پر ناک کے اوپر کوئی بال نہیں اُگتا تو اس ہماری زمین میں کوئی حصہ وہ ہے، جس میں کثرت سے اور کچھ حصے میں تھوڑے اور کچھ حصہ وہ ہے کہ اس میں سرے سے بال اُگے ہی نہیں۔ غرض ہمارے بدن کی زمین میں مٹی، پہاڑ اور نباتات کا سلسلہ بھی ہے۔

اور اس میں حیوانات بھی ہیں۔ آج کل کے ڈاکٹروں کی تحقیقات تو یہ ہیں کہ خون میں جراثیم (چھوٹے چھوٹے حیوانات) ملے ہوئے ہیں جو خوردبین سے دکھائی دیتے ہیں، ویسے نہیں۔ بدن کے ہر حصے میں نئے نئے رنگ کے جانور ہیں، ان کے مجموعے سے خون بنا ہے وہ مر جائیں تو انسان مر جاتا ہے تو پورے بدن میں جراثیم پھیلے ہوئے ہیں، جیسے آپ کی زمین میں

مختلف علاقے ہیں، کسی علاقے میں خاص قسم کے جانور کہیں اور قسم کے جانور کہیں کچھ ہوتا ہے کہیں کچھ تو یہ ہاتھ اور پیر اس زمین کے علاقے ہیں، اس میں مختلف قسم کے جانور ہیں وہ حیوانات مختلف شکلوں کے ہیں۔ ان سے امراض بھی پیدا ہوتے ہیں اور اگر ان جراثیم کو مار ڈالا جائے تو ان سے بیماری ختم ہو جاتی ہے اور سر میں بھی تو کبھی جوئیں پڑ جاتی ہیں، آدمی ان کو پکڑتا ہے اور ناخن پر رکھ کر مارتا ہے یہ ایسے ہے، جیسے جنگل میں مختلف جانور پھیرا کرتے ہیں تو جیسے اس زمین سے جانور پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں مر کھپ جاتے ہیں، ایسے ہی انسان کی زمین میں جانور پیدا بھی ہوتے ہیں اور مر کر اسی میں مر کھپ جاتے ہیں، بعض دفعہ معدے میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں، ڈاکٹر علاج کرتے ہیں وہ کیڑے ساری غذا کھاتے رہتے ہیں، انسان کمزور ہوتا رہتا ہے، بدن کو نہیں لگتی تو سر میں جوئیں اور معدے میں کیچوے اور زخموں میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہرحال انسان کی زمین میں مختلف حیوانات ہیں جو چل رہے ہیں تو جیسی کائنات باہر کی ہے، ویسی ہی ہمارے اندر کی کائنات بھی ہے کہ زمین، پہاڑ، نباتات اور مختلف قسم کے حیوانات بھی، شکل وصورت سے بھی مختلف پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔

پھر جیسے آپ کی اس دنیا میں وقت آنے پر بارشیں ہوتی ہیں۔ اس بدن میں بھی ہلکی بارش ہوتی ہے، جب گرمی آتی ہے تو پسینہ نکل رہا ہے، ایسے ٹپک رہا ہے، جیسے بارش ہو رہی ہو۔ پھر جتنے قسم کے پانی زمین میں ہیں، اتنے ہی قسم کے انسان کے اندر ہیں۔ دنیا میں بعض جگہ پانی کے گرم چشمے نکلتے ہیں (ہندوستان میں منڈیل کے ضلع میں بعض جگہ کھولتے ہوئے پانی کے چشمے ہیں، لوگ اس پانی کو ٹھنڈا کر کے غسل کرتے ہیں، ایسے معلوم ہوتا ہے، جیسے منوں آگ میں اسے پکایا گیا ہو) بعضے چشمے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے ہیں۔ سمندر کا پانی کڑوا ہے، بعض جگہ پانی میں ترشی ہوتی ہے، انسان کے بدن کے اندر بھی ایسے ہی چشمے ہیں، منہ کے اندر اللہ نے میٹھا چشمہ جاری کر رکھا ہے، اگر منہ میں کڑوا پانی ہوتا تو آدمی کی زندگی تلخ ہو جاتی تو نہایت شیریں قسم کے پانی کا چشمہ زبان سے بہہ رہا ہے۔ اسی پانی کی مدد سے غذا اندر پہنچتی اور اسی کی مدد سے ہضم بھی ہوتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں، وہ نمکین پانی ہے۔ کبھی زبان پر آنسو کا پانی لگ جائے تو نمک کا سا مزہ آتا ہے۔

تو آنکھوں کے اندر نمکین چشمہ جاری کر دیا۔ پتے میں دیکھو تو کڑوا پانی بھرا ہوا ہے۔ اس

میں کڑوا چشمہ جاری ہے، معدے کے اندر ترش پانی بھرا ہوا ہے، جس سے غذا ہضم ہو رہی ہے پھر کہیں پاک پانی اور کہیں ناپاک۔ مثانے میں ناپاک پانی بھرا ہوا ہے، جسے پیشاب کہتے ہیں اور منہ میں پاک پانی بھرا ہوا ہے، جسے لعاب کہتے ہیں۔ یہ نگلے کہ آدمی تھوکے، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (تھوکنے سے وضو اور نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا) پیشاب کا ایک قطرہ نکل آئے، وضو ٹوٹ جاتا ہے تو بدن میں پاک، ناپاک، ٹھنڈا، گرم، ترش اور میٹھا کڑوا ہمہ قسم پانی موجود ہے۔ برسات اس میں کہ پسینہ ٹپ ٹپ ٹپک رہا ہے تو جو اس کائنات میں ہے وہی انسان کے اندر ہے۔ گویا ساری کائنات انسان میں جاری ہے۔

یہاں اگر ہوائیں چلتی ہیں، جیسے یہاں ٹھنڈی اور گرم ہیں، آپ جب سانس اندر کو لیتے ہیں تو ٹھنڈی اور جب باہر کو لیتے ہیں تو گرم ہوا نکلتی ہے، جیسے دنیا میں بعض اوقات ہوا بند ہو جاتی ہے، آدمی دوڑا دوڑا پھرتا ہے کہ بھئی پنکھے چلاؤ طبیعت گھبرا گئی۔ انسان کے بدن میں بھی بوجھ ہو جاتا ہے، معدے میں ہوا پھنس جاتی ہے، ڈاکٹروں کے پاس دوڑے دوڑے پھرتے ہیں کہ صاحب کسی طرح سے ہوا نکال دو، اگر ہوائیں بند ہو جائیں تو اندر بھی گھٹن ہوتی ہے تو انسان کے بدن میں پانی بھی ہے اور ہوا بھی اور چلنے کا ڈھنگ بھی وہی جو باہر کی زمین میں ہے۔

اسی طرح انسان کے بدن میں آگ بھی ہے، کبھی آپ بدن پر ہاتھ رکھیں گے تو گرمی محسوس ہوتی ہے، اگر بدن میں آگ نہیں تو یہ گرمی کاہے کی ہے؟ اگر آدمی زور سے ہاتھ ملے تو چنگاریاں سی نکلتی ہیں اور میل بھر دوڑ لیں تو یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے سارے بدن میں آگ بھر گئی اگر اندر حرارت نہیں ہے، تو اندر کیا چیز اُبلتی ہے۔ تو آگ، پانی، ہوا اندر موجود ہیں اور ان کا عمل بھی جاری ہے۔ غرض یہ آپ کا بدن اس میں پوری کائنات کی طرح ایک دنیا ہے، جیسے اس میں اوپر آسمان ہے اور نیچے زمین ہے آپ کے اندر سر آسمان کی مانند ہے اور نیچے پیر زمین کی مانند ہیں۔

جیسے آسمان میں چاند سورج ہیں، جن کی روشنی سے آپ اس کائنات کو دیکھتے ہیں۔ انسان کی پیشانی پر چاند اور سورج کی طرح سے دو آنکھیں ہیں، ان میں روشنی نہ ہو، کائنات نظر نہیں آتی تو چاند، سورج اور روشنی بھی ہے۔ پھر حکومت کا ایک نظام بھی قائم ہے۔ ہاتھ اور پیر یہ قلب کے خادم ہیں قلب کا ذرا سا اشارہ ہوا، ہاتھ پیر چلنے لگتے ہیں تو پوری کائنات جیسے باہر

www.rahmia.org

منظّم ہے، اسی طرح اندر بھی ہے ۔قلب حاکم و بادشاہ اور ہاتھ پیر یہ قلب کے خدام ہیں۔ الغرض انسان کے اندر ہوا، برسات، آگ، مٹی، پہاڑ، سبزہ، جانور اور موت وحیات بھی ہے سارا قصہ وہی جو کائنات کے اندر ہورہا ہے۔انسان کی ایک صورت یہ ہے کہ جس کا آپ نے مشاہدہ کیا اور مثال دیکھی کہ آسمان سے زمین تک جتنے درجے کائنات کے ہیں، وہ سب اس کے اندر موجود ہیں۔ یہ اللہ کی صناعی ہے کہ جس کائنات کو لاکھوں، کروڑوں میل میں پھیلایا ہے، جب اس کو سمیٹا تو ایک ڈیڑھ گز کے انسان میں ساری کائنات کو جمع کردیا۔اسی واسطے علما لکھتے ہیں کہ انسان حقیقت جامعہ ہے، یعنی اتنی جامع حقیقت ہے کہ وہ سارے کمالات اس کے اندر جمع ہیں جو پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

انسان میں خالق کائنات کے نمونے

پھر یہی نہیں ہے کہ اس میں فقط کائنات ہی کے نمونے ہوں۔غور کیا جائے تو خالق کائنات کے نمونے بھی انسان ہی میں جمع ہیں۔ایسے نمونے جمع ہیں کہ اگر ہم انھیں سامنے رکھیں تو ان نمونوں سے خدا تعالیٰ کی ذات، صفات اور کمالات سب عیاں ہوجائیں۔ہمیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔اگر ہم اپنے اندر غور کریں تو خدائی کمالات بھی ہمارے اندر سے اُبھریں گے۔آپ غور کیجیے کہ آپ کے بدن کی یہ ساری کائنات کس چیز سے سنبھلی ہوئی ہے، یہ روح ہی سے سنبھلی ہوئی ہے، اگر روح نکل جائے تو ساری کائنات بکھر جائے، مٹی بکھر کر مٹی میں جاملے گی، پانی پانی میں، آگ آگ میں اور ہوا ہوا میں مل جائے گی،ساری کائنات ریزہ ریزہ ہوجائے گی۔ روح ایک مدبر اعظم ہے، جس نے قیومیت کررکھی ہے (ساری کائنات (انسان) کو سنبھال رکھا ہے) ہم اس کو سامنے رکھ کر دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ جب ہماری کائنات بدن کو سنبھال رکھنے کے لیے ایک قیوم (روح) کی ضرورت ہے، اسی طرح اس پوری کائنات کا ایک مدبر اعظم ہے، جس نے پوری کائنات کو سنبھال رکھا ہے۔تو خدا کے وجود پر دلیل ہمیں اپنے اندر سے مل جاتی ہے۔

آپ غور کیجیے آپ کا بدن سرخی مائل ہے، چہرے پر سرخی اور بالوں پر سیاہی، تو بدن پر کہیں سفیدی، کہیں سرخی، کہیں سیاہی، غرض بدن پر مختلف رنگ ہیں یہ سارے رنگ روح کی

وَجہ سے قائم ہیں، لیکن روح کا کوئی رنگ نہیں وہ ہر رنگ سے بری و بالا ہے۔ اسی طرح سے ہم کہیں گے کہ اس کائنات میں ہزاروں رنگ ہیں انسان کے مختلف رنگ ہیں، درخت سبز، پھول سرخ ہیں۔ ان سارے رنگوں کو اس روح اعظم نے سنبھال رکھا ہے، جس کو ذات خداوندی کہتے ہیں اور وہ خود ہر رنگ سے بری و بالا ہے، لیکن ہر رنگ کو جلوہ دے رکھا ہے، تو خدا کے وجود کی دلیل اپنے اندر سے ملتی ہے۔

نیز اس پر غور کریں کہ آپ کے اس بدن کے اندر کسی کو جانے کا موقع دیا جائے اور آپ کے اندر گھس کے وہ خوب سیر کرے۔ آپ اس سے پوچھیں کہ بھئی روح کہاں کو بیٹھی ہوئی ہے ہاتھ، پیر، دماغ یا دل میں، تو وہ یوں کہے گا کہ مجھے تو ہر ہر ذرے میں روح کا جلوہ نظر آتا ہے۔

میں (کسی خاص عضو کی طرف) اشارہ نہیں کر سکتا کہ روح وہاں بیٹھی ہے۔ جب روح کا جو ایک مخلوق ہے یہ عالم ہے کہ بدن کے ذرے ذرے میں اس کا جلوہ پھیلا ہوا ہے تو اس پوری کائنات میں روح اعظم اور جلوہ خداوندی ہر جگہ پھیلا ہوا ہو، اور اشارہ نہ کیا جا سکے کہ وہ وہاں ہے یا یہاں ہے، اس میں کون سے تعجب کی بات ہے؟ یہ اللہ کی شان ہے کہ وہ سمت اور جہت میں نہیں، انگلی سے اس کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے، وہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی جہت اور سمت میں مقید ہے۔ وہ لامحدود ذات ہے، مگر اس نے اپنا نمونہ روح کو بنا دیا کہ روح کو آپ کسی خاص عضو میں مقید نہیں بتا سکتے۔ ہاں! یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کے بدن کے بعض حصوں سے خاص تعلق ہے جلوہ تو ہر جگہ ہے۔

مگر تعلقات الگ الگ ہیں۔ روح کو جو تعلق قلب سے ہے، وہ دماغ سے نہیں۔ جو دماغ سے ہے، وہ پیٹ سے نہیں۔ یہی وَجہ ہے کہ اگر قلب میں سوئی بھی چبھو دی جائے تو آدمی مرنے کو ہو جاتا ہے، روح دوڑنے لگتی ہے کہ میں نہیں ٹھہرتی، دماغ کو توڑ دیا جائے تو روح باقی نہیں رہے گی، ہاتھ پیر کو کاٹ لیا جائے تو روح باقی رہے گی، اگرچہ آدمی ناقص ہو جائے گا، ناخن اور بال کاٹ دو، تو کوئی اذیت نہیں ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ روح کو جو تعلق قلب سے ہے دوسرے اعضا سے وہ تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح اس کائنات میں اللہ کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے، مگر جو تعلق بیت اللہ سے ہے، وہ آپ کی مسجدوں میں نہیں ہے، جو آپ کی مسجدوں سے ہے وہ آپ کے گھرانوں سے نہیں ہے جو آپ کے گھرانوں سے ہے وہ ویران جنگلوں سے نہیں ہے تو جلوہ

www.rahima.org

ہر جگہ ہے، مگر تعلقات الگ الگ ہیں۔

یہی وَجہ ہے کہ بیت اللہ کے بارے میں اگر کوئی گستاخی کا کلمہ بھی کہہ دے تو پورے عالم میں شور مچ جاتا ہے، جیسے عالم تباہ ہونے کے قریب آ گیا، مسجد پر اگر کوئی حملہ کر دے تو اس مقام کے مسلمانوں میں بے چینی پھیل جاتی ہے، اگر آپ کے گھر پر کوئی حملہ کر دے تو آپ کے خاندان والے پریشان ہوں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ سے اللہ کو جو تعلق ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ پوری کائنات پر پھیلا ہوا ہے، سارے انسان بے چین ہو جائیں گے، مسجد اور عام گھروں سے وہ تعلق نہیں تو تعلق درجہ بدرجہ ہے، مگر جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس لیے اللہ کے جلوے اور اس کی تجلیات کا ہر جگہ موجود ہونا، اور اس کے تعلقات میں فرق مراتب ہونا، آپ کو اپنے اندر سے اس کی دلیل مل جاتی ہے، کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔

نیز آپ غور کریں کہ آپ روح سے زندہ ہیں تو ایک روح سے زندہ ہیں یا دو روحیں کام کر رہی ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ ایک ہی روح ہے، اگر دو روحیں ہو جائیں، بدن پھٹ کر خراب ہو جائے۔ ایک روح کہے گی، میں بدن کو بھوک لگانا چاہتی ہوں دوسری کہے گی میں ہرگز نہیں چاہتی۔ ایک روح کہے گی سردی لگنی چاہیے، دوسری روح کہے گی گرمی لگنی چاہیے۔ دو روحوں کو لڑائی سے فرصت نہیں ہوگی، بدن کی تربیت کون کرے گا؟ بدن خراب خستہ ہو کر تباہ ہو جائے گا۔ ایک ہی روح کام کر سکتی ہے۔ دو روحیں ہوں تو بدن کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔

یہی صورت اس کائنات کی ہے کہ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسد تا (سورۃ الانبیاء آیت ۲۲) اگر کائنات میں دو خدا ہوں تو کائنات چل نہیں سکتی۔ ایک خدا کہے گا میں فلاں کو بیٹا دینا چاہتا ہوں، دوسرا خدا کہے گا میں اس کو بانجھ رکھنا چاہتا ہوں۔ ایک کہے گا میں فلاں قوم کو عزت اور دوسرا کہے گا کہ میں اس کو غلام بنانا چاہتا ہوں۔ دونوں خداؤں کو لڑائی سے فرصت نہیں ہوگی، کائنات کون چلائے گا؟ یہ بات الگ رہی کہ دو خدا ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں، لیکن اگر معاذاللہ مان لیا جائے تو کائنات برقرار نہیں رہ سکتی، جیسے بدن میں دو روح ہوں، کائناتِ بدن باقی نہیں رہ سکتی۔ یہ تو ایسا ہوگا جیسے ایک میان میں دو تلواریں ڈال دیں۔ اور ایک شیروانی میں دو آدمی گھس جائیں، شیروانی پھٹے گی نہیں تو اَور کیا ہوگا؟ ایک کائنات ہو یا پچاس مخلوقات ایک ہی خالق سے چلتی ہیں۔

www.rahmia.org

اور اگر یوں مان لیا جائے کہ دونوں خدا آپس میں صلح کر لیں۔معلوم ہوا، ایک دوسرے سے دَب گیا۔تو جو دبیل ہو، وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ خدا وہ ہے جو سب چیزوں پر غالب اور قوی ہو، جو لڑائی سے بچنے کے لیے دوسرے سے کہے کہ صلح کر لو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں دوسرے کا خوف موجود ہے، جس میں خوف ہو، وہ خدا تھوڑا ہی ہے۔خدا وہ ہے کہ سارے اس سے ڈریں، وہ خود ڈر اور خوف سے بالاتر ہو۔گویا نہ صلح کے اصول کو سامنے رکھ کر اور نہ ہی فساد کو سامنے رکھ کر دو خدا مانے جا سکتے ہیں۔تو اللہ کی توحید اور یکتائی کی دلیل آپ کے اندر سے آپ کو مل رہی ہے، آپ کو باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔خود آپ کے اندر اللہ کی ذات، توحید، اس کی یکتائی، اس کی صفات کے سب نمونے آپ کے اندر سے نکل آتے ہیں۔اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بے شک کائنات میں کوئی مدبر اعظم ہے اور یہ تخیل کہ معاذ اللہ خدا نہیں ہے، اور کائنات خود چل رہی ہے۔ایسا ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میرے اندر روح نہیں ہے، یہ بدن ایسا ہی چل رہا ہے۔اگر کوئی دھریہ اس کائنات کے اندر خدا کا منکر ہے، اسے اپنے اندر روح کا بھی انکار کرنا چاہیے۔

اور جس طرح سے آپ کی روح، بدن کے خطے خطے سے واقف ہے۔آپ کے اندر شعور ہے کہ وہ جانتی ہے کہ یہ میرا ناخن، بال، پیٹ ہے، نیز یہ کہ اس وقت پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی ہے، یا اسے علم ہوتا ہے کہ اس وقت پیٹ اچھا ہے تو کائنات بدن کے ذرے ذرے سے روح واقف ہے۔اگر واقف نہ ہو تو نظم کیسے چلائے، اگر روح کو پتہ ہی نہ چلے کہ بخار چڑھ رہا ہے تو دور کرنے کی اسے فرصت کہاں ہوگی؟ اسی طرح اس کائنات کے ذرے ذرے کا علم اللہ کی ذات کو ہے۔یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ نہ جانیں کہ کائنات میں کیا ہو رہا ہے۔الا یعلم من خلق (سورۃ الملک:۱۴) (جو پیدا کر رہا ہے، کیا وہ معاذ اللہ لاعلم ہوگا؟) پیدا کرنے والا ہی مخلوق کے ذہن، صفات اور احوال کو جانتا ہے تو اللہ کے لامحدود علم کی نظیر ہمارے اندر موجود ہے، تو اللہ نے انسان کو ایسا جامع بنایا کہ اگر وہ اپنے اندر خدائی کمالات دیکھنا چاہے تو اپنے آئینے کے اندر دیکھ لے۔اس کو سارے خدائی نمونے نظر آ جائیں گے۔

قرآن کریم نے فرمایا!

سنریھم آیٰتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انه

الحق (سورۃ فصلت:۵۳) (ہم عنقریب حق کی نشانیاں انسانوں کو باہر اور ان کی جانوں کے اندر بھی دکھلائیں گے، تاکہ واضح ہو جائے کہ اللہ ہی حق و ثابت ہے) اور وہی کائنات کا چلانے والا ہے تو منطقی دلیلیں الگ رہیں یہ مشاہدے کی دلیلیں ہیں کہ آدمی اپنے اندر غور و فکر کر کے خدائی کمالات کو پہچان لے۔ میرے عرض کرنے کا حاصل یہ نکلا کہ خالق اور مخلوق کے نمونے سارے ہمارے اندر موجود ہیں تو انسان ایک عجیب چیز نکلی کہ اس میں دونوں نمونے جمع ہیں۔

نمونہ کائنات ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ

اس واسطے انسان پر دو ہی فرض عائد ہوں گے، ایک ایسا فریضہ جو مخلوق ہونے کے مناسب اور ایک ایسا فریضہ جو خالق کے نمونوں کے مناسب ہے۔ نمونۂ مخلوق ہونے کا فریضہ کیا ہے؟ جس مخلوق کو خدا وجود دے، وہ اپنی پیدائش میں خالق کی محتاج ہے اور بقا میں بھی۔ تو ہر قدم پر ہم خدا کے محتاج ہیں۔ محتاج کا کام غنی کے سامنے کیا ہوتا ہے؟ محتاج کا کام یہ ہے کہ وہ غنی کے سامنے جھکے اور اس کے آگے سجدہ کرے۔ اس لیے کہ اگر ہمارے پاس سب کچھ ہو، تو ہمیں اس سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تبھی حاجت مندی اس کے سامنے لے جاتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ موجود نہیں۔

ایک فقیر آپ سے تبھی سوال کرے گا کہ اس کے پاس دولت نہ ہو۔ اگر اس کے پاس دولت ہو، اسے سوال کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ تو محتاج ہاتھ پھیلاتا ہے، غنی نہیں۔ زندگی ہمارے قبضے میں نہیں تھی، ہم نے ہاتھ پھیلایا کہ اے اللہ! ہمیں زندگی عطا کر اس نے دے دی۔ زندگی آنے کے بعد اس کا باقی رکھنا ہمارے قبضے میں نہیں، اگر ہمارے قبضے میں ہوتا تو ہم کبھی نہ مرتے؟ مگر مرنا پڑتا ہے۔ معلوم ہوا ہمارے ہاتھ میں زندگی نہیں۔ ہم دعائیں مانگتے ہیں کہ یا اللہ! ہماری زندگی طویل کر دے، عملی دعا مانگتے ہیں، یعنی ان اسباب کو اختیار کرتے ہیں، جن سے زندگی باقی رہے، کھاتے، پیتے، دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ یہ عملی دعا ہے اور زبان سے بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں زندہ رکھ۔ یہ کیوں مانگتے ہیں؟ محتاجگی ظاہر کرنے کو، کہ وہ غنی ہے، ہم محتاج ہیں محتاج کا کام جھکنا ہے۔ تو مخلوق خالق کی محتاج ہوتی ہے۔ اس کا فریضہ ہے کہ وہ جھکے۔

اور جھکنا بھی معمولی درجے کا نہیں، بلکہ انتہا درجہ کا جھکنا ہے، یعنی ایسی عاجزی ظاہر کرے کہ ایسی عاجزی کسی کے آگے ظاہر نہ کر سکے۔ اس لیے کہ خالق وہ ہے کہ اس کی عزت کی

www.rahimia.org

کوئی انتہا نہیں۔تو اس کے سامنے عاجزی بھی ایسی پیش کرنی چاہیے کہ اس عاجزی کی انتہا نہ ہو۔اس انتہائی عاجزی کو پیش کرنے کا نام اسلام کی زبان میں عبادت ہے، عبادت غایت تذلل کو کہتے ہیں۔اور اگر آپ غور کریں تو یہ انتہائی عاجزی، آدمی نماز میں ہی ظاہر کرسکتا ہے کسی اور عبادت میں نہیں۔اس لیے کہ انتہائی تذلل کی جتنی شانیں ہیں وہ ساری نماز کے اندر موجود ہیں۔فرماں برداروں کی طرح ہاتھ باندھ کر گردن جھکا کر کھڑے ہونا۔

پھر اتنی عاجزی پر قناعت نہیں رکوع کر کے گردن جھکا دی اور زیادہ عاجزی کا اِظہار کیا پھر اسی پر قناعت نہیں، سب سے زیادہ عزت کی چیز انسان میں ناک اور پیشانی ہے اسے سجدے میں جا کر زمین پر رگڑتا ہے کہ اے اللہ تیری عزت کے سامنے میں اپنی انتہائی عاجزی پیش کرتا ہوں۔پھر ایس پر بس نہیں، اخیر میں مانگتا ہے کہ اے اللہ مجھے نیکی دے۔رزق دے، وغیرہ وغیرہ۔مانگنے سے زیادہ کسی چیز میں عاجزی نہیں ہوتی۔تو سجدے کے بعد اخیر میں دعائیں مانگی جاتی ہیں۔تو مقصود یہ نکلا کہ مخلوق اپنے خالق کے آگے جھکے۔انتہائی عاجزی کا اِظہار کرے اور وہ نماز کے اندر ہوتی ہے۔نماز کے سوا حقیقتاً عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے۔جس سے عبادت کی جا سکے اس لیے کہ عبادت کے معنی انتہائی عاجزی پیش کرنے کے ہیں۔یہ نماز ہی میں ہے اور کسی عبادت میں نہیں ہے۔مثلاً آپ زکوۃ یا صدقہ دیں یہ حقیقی طور پر عبادت نہیں، اس میں تو اللہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ہے۔کہ جیسے اللہ مخلوق کو دیتا ہے آپ بھی مستحق کو دیتے ہیں۔تو دینا اور بھلائی کرنا ذلت نہیں بلکہ انتہائی عزت کی بات ہے۔یہ خدائی کام ہے تو زکوۃ وصدقہ دینا اپنی ذات سے عبادت نہیں چونکہ اللہ نے حکم دیا، ایسا کرو تعمیل حکم کی وَجہ سے اس میں عبادت کی شان پیدا ہوگئی ورنہ بذات خود عبادت نہیں۔

اسی طرح روزہ دیکھیں روزہ اپنی ذات سے عبادت نہیں اس لیے کہ روزے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کھانے، پینے، اور ازدواجی تعلق سے بے نیاز اور مستغنی۔تو یہ شان اللہ ہی کی ہے کہ کھانے، پینے اور ایسے تعلق سے بری وبالا ہے، اللہ سے مشابہت پیدا کرنا، اس لیے کہ حکم ہے کہ روزہ رکھو، تعمیل حکم کی وَجہ سے عبادت بن گیا، ہم سچ بولنے کو عبادت کہتے ہیں، لیکن سچ بولنا اپنی ذات سے عبادت نہیں، کیوں کہ سچ بولنا اللہ کا کام ہے، ومن اصدق من اللہ قیلاً (سورۃ النساء:۱۲۲) (اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے) ومن اصدق من اللہ

www.rahima.org

حدیثاً (سورۃ النساء:۸۷)(اللہ سے سے زیادہ کس کی بات سچی) جو سچ بولے، وہ ذلت کا کام تھوڑا ہی کر رہا ہے۔وہ تو انتہائی عزت کے مقام پر ہے، عبادت اس لیے بنا کہ حکم خداوندی ہے کہ سچ بولو، جھوٹ مت بولو، تعمیل حکم کی وَجہ سے اس میں شان عبادت پیدا ہوگئی۔ ان تمام چیزوں میں کوئی چیز اپنی ذات سے عبادت نہیں یہ نیت اور مقاصد کی وَجہ سے عبادت بن گئی ہیں۔لیکن نماز میں جتنے افعال ہیں ان میں اپنی ذات کی وَجہ سے اظہار عجز ہے۔کھڑے ہونا، جھک جانا، سجدہ کرنا، دعائیں کرنا، اور مانگنا سب عاجزی کا اظہار ہے۔ اس لیے اپنی ذات سے جو چیز عبادت ہے وہ صرف نماز ہے۔

یہی وَجہ ہے کہ نماز اللہ نے فقط انسان پر نہیں، کائنات کے ذرے ذرے پر مقرر کی ہے۔قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ (سورۃ نور:۴۱) (ہر چیز نے اپنی نماز اور تسبیح پہچان لی) معلوم ہوا درخت، پہاڑ، جانور، سبھی نماز پڑھتے ہیں سب پر نماز مقرر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں عقل ہے اور مخلوقات کو خطاب نہیں کیا گیا، مگر بنایا ایسے گویا وہ نماز پڑھ رہے ہیں جیسے علماء لکھتے ہیں کہ جتنے درخت ہیں ان کی نماز میں قیام ہے رکوع وسجدہ نہیں گویا ایک پیر پر کھڑے ہوئے نماز میں مصروف ہیں رکوع سجدے کی اجازت نہیں ہے۔ چوپائے جو چار پیروں سے چلتے ہیں، ان کی نماز میں رکوع ہے ان کو ایسی ہیئت سے اللہ نے بنایا کہ وہ ہر وقت رکوع میں ہیں۔ سجدہ وقیام ان کی نماز میں نہیں ہے۔ پہاڑوں کو اس طرح بنایا جیسے آدمی تشہد میں بیٹھتا ہے گویا پہاڑ زمین پر گھٹنے ٹیکے ہوئے التحیات میں مصروف ہیں ان کی نماز میں قعدہ ہے قیام، رکوع اور سجدہ نہیں ہے۔ حشرات الارض جیسے سانپ، بچھو، ان کی نماز میں سجدہ ہے نہ رکوع ہے نہ قیام۔ یہ گویا ہر وقت اوندھے منہ پڑے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں مصروف ہیں۔

چاند، سورج، اور زمین گردش میں ہے۔ یہ گردش سے اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ حرکت دَورِی ان کی نماز ہے۔ اسی طرح سے جنت ودوزخ کی نماز دعا مانگنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جنت سوال کر رہی ہے اے اللہ قیامت کے دن مجھے بھر دیجیے، میرے محلات خالی نہ رہیں۔ جہنم بھی کہہ رہی ہے کہ مجھے بھر دیجیے۔ اور اللہ کا وعدہ ہے، قیامت کے دن دونوں کو بھر دیا جائے گا۔ وعدہ پورا کیا جائے گا۔ جب تک نہیں بھریں گے، جہنم پکارتا رہے گا۔ ہل من مزید،

www.rahnuma.org

ھل من مزید۔ چاند، سورج، پہاڑ، دریا، مٹی سب جھونک دیے جائیں گے پھر بھی وہ کہے گا، ھل من مزید جب ان سب چیزوں سے نہیں بھرے گا۔تو حدیث میں ہے، حق تعالی جہنم کے منہ پر پیر رکھ دیں گے۔ جیسا کہ پیران کی شان کے مناسب ہے اس وقت کہے گی کہ بس! بس! اب میں بھر گئی اور وعدہ پورا ہو گیا۔

جنت میں سارے جنتی داخل ہو جائیں گے پھر بھی اس کے شہر اور بستیاں خالی رہ جائیں گی، تو ایک مستقل مخلوق پیدا کی جائے گی جس سے جنت آباد کی جائے گی، تو جنت وجہنم کی نماز، دعا مانگنا ہے۔فرشتوں کی نماز صف بندی ہے کہ صفیں باندھ کر کھڑے رہیں۔

انسان اور بالخصوص مسلمان کی نماز میں ساری کائنات کی نمازیں اللہ نے جمع کر دیں۔ درختوں کا سا قیام، چوپایوں جیسا رکوع، حشرات الارض جیسا سجدہ، جنت وجہنم جیسی دعا، پہاڑوں جیسا تشہد، فرشتوں کی سی صف بندی اور چاند، سورج، زمین کی گردش بھی نماز میں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی نماز دو رکعت سے کم کی نہیں۔دو، تین، یا چار رکعت کی ہے۔آپ ایک رکعت پڑھ کر کیا کام کرتے ہیں؟ جو کام پہلی رکعت میں کیا تھا، وہی کام دوسری، تیسری اور چوتھی میں کرتے ہیں۔وہی الحمد، سورۃ اور تسبیحات وغیرہ اس لیے گردش اور دوران، نماز کے اندر ہے۔

جیسے انسان کو اللہ نے ایک جامع حقیقت بنایا عبادت بھی جامع دی، آپ کی عبادت میں ساری کائنات کی عبادتیں جمع ہو گئیں اس سے دین کا کمال بھی واضح ہوتا ہے۔پچھلے ادیان میں ایسی نمازیں نہیں تھیں کسی قوم کو فقط سجدے، کسی کو فقط قیام کسی کو فقط رکوع کی نمازیں دی گئی لیکن اسلام کی نماز میں ساری قوموں کی نمازیں جمع ہیں ساری اقوام اور ساری مخلوقات کی نمازیں جمع ہو گئیں تو نماز ایک جامع ترین عبادت ہے۔ بلکہ نماز ہی عبادت ہے اور چیزیں تعمیل حکم کی وجہ سے عبادت بن جاتی ہیں تو انسان پر ایک فریضہ جو عائد ہوتا ہے، وہ نماز کا ہے۔اس لیے کہ جب وہ مخلوقات کے سارے نمونے اپنے اندر رکھتا ہے تو سارے نمونوں کی عاجزی اور عبادت اللہ کے سامنے پیش کر دینا اس کے لیے ضروری ہے اس لیے انسان کی زندگی کا ایک مقصد تو عبادت ہے۔

نمونہ کمالات خداوندی ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ

اَب یہی انسان جیسے مخلوق کے نمونے رکھتا ہے خالق کے نمونے بھی رکھتا ہے۔اس پر یہ

فریضہ عائد ہوا کہ جو کام خالق کرتا ہے یہ بھی وہ کرے۔ خالق کا کام کیا ہے؟ اپنی مخلوق کو پالنا اس کی تربیت کرنا، اس کو ہدایت کرنا اس نے رزق پیدا کیا تا کہ مخلوق پلے اس نے اس مخلوق کو تعلیم دی، تا کہ اپنے بھائیوں پر رحم کرے جیسے میں رحم کرتا ہوں جیسے میں تمھیں راستہ دکھاتا ہوں تم اپنے بھائیوں کو دکھاؤ۔ جیسے میں تمھاری تربیت کر رہا ہوں تم بھی اپنے بچوں اور عیال کی تربیت کرو۔ یعنی میری طرف سے نائب بن کر وہ کام کرو جو میرے کام ہیں۔ میں مدبر ہوں تم بھی تدبیر کرو۔ میں موجد ہوں تم بھی دنیا میں ایجادات کرو، میرا کام ہدایت دینا ہے تم بھی دنیا کے لیے ہادی بنو۔ میرا کام احکام جاری کرنا ہے تم بھی میرے نائب بن کر احکام جاری کرو۔

انسان پر دو فرائض

حاصل یہ نکلا کہ ایک فریضہ انسان پر عبادت کا اور ایک فریضہ خلافت کا عائد ہوتا ہے۔ ایک طرف جھک کر عبادت کرے گا، اور ایک طرف منصب خلافت پر بیٹھ کر اللہ کا نائب بن کر اس کی کائنات میں تصرفات کرے گا۔ ملکوں کو فتح کرے گا۔ دنیا میں ہدایت پھیلائے گا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا۔ یہ اللہ کا کام ہے، لیکن نائب بن کر یہ بھی کرے گا۔ انبیاؑ دنیا میں اللہ کے نائب بن کر آتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں حق تعالی کائنات کے مربی ہیں تو انبیاؑ بھی مخلوق کی روحوں کی تربیت کرتے ہیں اللہ معلم ہے جو انبیاؑ کو تعلیم دیتا ہے کہ اس لیے انبیاؑ بھی تعلیم دیتے ہیں۔ تا کہ دنیا میں علم پھیل جائے اللہ کے احکام جاری کرتے ہیں قصاص لیتے ہیں۔ شراب خوری پر دُرے لگاتے ہیں، تو انبیاؑ اللہ کے اولین نائب ہیں۔ پھر انبیاؑ کے نائب ان کے صحابہ ہوتے ہیں، پھر صحابہؓ کے نائب تابعین ہوتے ہیں، تابعین کے نائب تبع تابعین ہوتے ہیں اخیر تک سلسلہ پہنچ جاتا ہے علمائے ربانی، مشائخ حقانی، اور سچے درویش و صوفی، جو مخلوق کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں یہ خلافت کا کام ہے۔ حضرات خلفائے راشدین نے سلطنت بھی کر کے دکھائی خلافت کی گدی پر بیٹھ کر ملکوں کو بھی فتح کیا۔ مگر ملکوں پر اس لیے قبضے نہیں کیے کہ ان میں سے کچھ کھانا پینا مقصود تھا، اس لیے فتح کیا تا کہ مخلوق کو سیدھے راستے پر چلائیں، ان کو خدا کے قانون پر چلائیں۔ انھوں نے اللہ و رسول کے نائب بن کر وہ کام کیے جو اللہ کا منشا تھے دن بھر خلافت کے کام سر انجام دیتے، جب وقت آتا تو مسجد میں جا کر سجدے

کرتے اور عبادت کا کام سرانجام دیتے، تو ایک طرف عبادت اور ایک طرف خلافت کر رہے ہیں۔

اس لیے صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو اپنی ذات کو اپنے پروردگار کے سامنے جھکا دے ،اور عبادت میں آگے بڑھے کہ اس کی ناک، پیشانی، ہاتھ، پیر اس کی روح اور خیال بھی اللہ کے سامنے عاجز بن کر جھک جائے۔ یہ کام اپنی ذات کے لیے ہوگا، یہ عبادت ہے دوسرا فریضہ یہ ہے کہ تخت خلافت پر بیٹھ کر دنیا سے برائیوں کا خاتمہ کرے اس لیے نہ فقط عبادت اور نہ فقط خلافت مقصد زندگی ہے بلکہ دونوں مقصود ہیں۔

ہمارے سب کے باپ حضرت آدمؑ کو اللہ نے پیدا کیا۔ تو سب سے پہلے ملائکہ سے یہی بات فرمائی انی جاعل فی الارض خلیفہ (سورۃ البقرہ:۳۰)(میں زمین میں اپنا ایک نائب اتارنے والا ہوں) آدمؑ نائب کس چیز میں تھے؟ عبادت میں تو نائب نہ تھے عبادت اللہ کا کام تھوڑا ہی ہے وہ تو معبود ہے عبادت سے بری ہے عابد نہیں ہے لیکن عالم کو درست رکھنے اس کی تربیت اور اصلاح کے لیے خلافت دی۔ مگر یہ خلافت وہ انجام دے گا جو پہلے عبادت کر کے اپنے آپ کو درست کرے پہلے اللہ کے سامنے جھک کر اپنے اخلاق درست کرے اپنے اندر نیاز مندی اور بندگی کی شان پیدا کر لے اس میں تواضع وخاکساری وللّٰہیت بھی ہو۔ نہ غرور تکبر رہے نہ حرص و لالچ رہے بلکہ اس میں غنا اور ایثار ہو۔ مخلوق کی خدمت کا جذبہ اس میں ہو، یہ جذبات عبادت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ عبادت کر کے جب جذبات پیدا ہو گئے اب وہ نائب خدا بن گیا اب وہ دوسروں کی اصلاح کرے گا، تو مقصد زندگی دو چیزیں نکل آئیں، ایک عبادت دوسرے خلافت۔

تکمیل ایمان کیلیے عبادت وخلافت دونوں ضروری ہیں

اسی واسطے ایمان کے دو رکن فرمائے گئے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ ،اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اس کے سامنے جھک جانا دوسرے اس کی مخلوق پر شفقت اور اس کی خدمت کرنا۔ دونوں باتوں سے مل کر ایمان بنتا ہے۔ ایک شخص چوبیس گھنٹے مسجد میں رہے مخلوق چاہے جیئے مرے، اسی کوئی پروا نہیں اس کا آدھا ایمان ہے اور ایک شخص رات دن مخلوق

www.rahimia.org

کی خدمت میں انجمنوں کے ذریعے لگا ہوا ہے۔ مگر مسجد میں جانے کا نام نہیں لیتا، اس کا آدھے سے بھی کم ایمان ہے۔ اس لیے کہ خلافت کا کام تو انجام دیا مگر عبادت چھوڑ دی۔ انسان مکمل تب ہوگا جب ایک طرف عابد وزاہد ہو اور ایک طرف خلیفہ خداوندی ہو ایک طرف وہ کام کرے جو مخلوق کے کرنے کا ہے، وہ عبادت ہے۔ ایک طرف وہ کام کرے جو خالق کا ہے، وہ تربیت ہے۔

انبیاءؑ کی یہی زندگی ہے راتوں کو دیکھو تو تہجد پڑھتے پڑھتے حضور اکرم ﷺ کے قدموں پر ورم آجاتا ہے، دنوں میں دیکھو تو مخلوق کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہدایت وتبلیغ فرما رہے ہیں۔ دنیا کے بادشاہوں کے نام خطوط جاری فرما رہے ہیں جن میں اسلام کی دعوت دی جارہی ہے سفر فرما رہے ہیں کبھی طائف میں ہیں کبھی مدینہ میں ہیں، تاکہ خلق خدا نیک راستے پر آجائے یہ خلافت کا کام ہے۔ مسجد نبوی میں جس طرح آپ نماز پڑھتے اسی طرح سے آپ مقدمات کے فیصلے بھی فرماتے، مسجد میں جیسے عبادت ہوتی ویسے ہی درس تدریس کے ذریعے تعلیم بھی ہوتی، یہ خلافت کا کام تھا۔ نماز پڑھنا، تلاوت کرنا، سجدے کرنا، یہ عبادت کا کام تھا، یہی شان صحابہ کرامؓ کی ہے ایک طرف تخت خلافت پر بیٹھ کر مخلوق خدا کی اصلاح اور ایک طرف بوریا اور چٹائی پر بیٹھ کر اللہ کے سامنے عجز ونیاز سے سر جھکا دینا۔

فارس میں جب جنگ ہوئی تو صحابہ کرام کی تعداد کل تیس یا تینتیس ہزار تھی فارسیوں کا تین لاکھ کا لشکر تھا، پھر فارس کی فوجیں کیل کانٹے سے مسلح، وردیاں، غذائیں اور رسد ان کی باقاعدہ۔ یہ تو اہل فارس کی شان اور ادھر صحابہ کرام محض درویشوں کا ایک لشکر وردی تو یہ ہے کہ کسی کے پاس کرتہ ندارد ہے تو کوئی لنگی باندھے ہوئے ہے۔ کسی کے پاس لمبا کرتہ، کسی کے سر پر پگڑی نہیں رسی باندھ رکھی ہے، کسی کے ہاتھ میں نیزہ، کسی کے ہاتھ میں تلوار، کسی کے ہاتھ میں خنجر، ہتھیار، لباس نہ غذائیں کچھ بھی باقاعدہ نہیں درویشوں کا لشکر ہے۔ کیفیت یہ تھی لاکھوں فارسی آتے تھے جب صحابہؓ بھوکے شیروں کی طرح پڑتے تھے وہ بلیوں کی طرح بھاگتے تھے اور یہ غالب تھے پورے فارس میں ایک تہلکہ مچ گیا فارس کا سب سے بڑا اسپہ سالار رستم تھا آپ نے رستم پہلوان کا نام سنا ہوگا، وہ کمانڈر انچیف تھا اس نے تمام سرداروں اور لفٹیننٹوں کو جمع کیا، اور کہا کہ یہ غضب کی بات ہے کہ ہمارا لشکر تین لاکھ اور عرب کے بدو کل تیس ہزار پھر ان کے

پاس سامان باقاعدہ نہیں ہمارے پاس سامان باقاعدہ، انھیں مدد نہیں پہنچ رہی، ہمارے پیچھے پورا ملک ہے، یہ ہمارے ملک میں حملہ کرنے آئے ہیں، ان کا ملک دور رہ گیا، یہ ہمارے ملک میں گھرے ہوئے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ حملہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بھوکے شیر ہیں اور تم فارسی اس طرح بھاگتے ہو جیسے لومڑیاں بھاگتی ہیں، آخر کیا وجہ ہے؟ تمھارے پاس کس چیز کی کمی ہے سرداروں نے کہا اے رستم! اگر آپ سچی بات پوچھیں ہم بتلادیں، مگر ہماری جان کی بخشش کردی جائے امان دیا جائے کہ ہمیں قتل تو نہیں کیا جائے گا، اس نے کہا تمھاری جان کو امان دی جاتی ہے۔

اَب سرداروں نے مل کر کہا، اے رستم! یہ مٹھی بھر عرب تیرے ملک پر غالب آکر رہیں گے، انھی کا قبضہ ہوگا، انھی کی حکومت ہوگی، پورا ایران ان کے تحت آئے گا۔ یہ نہیں ہاریں گے، تم ہاروگے، رستم نے کہا کیوں؟ انھوں نے کہا اس وَجہ سے کہ ان کی شان یہ ہے "ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان" "دن بھر یہ گھوڑے کی پشت پر سوار جہاد میں مصروف ہیں اور رات میں مصلے کی پشت پر سوار ہیں۔ اللہ کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مالک ہم میں کوئی طاقت نہیں طاقت والا تو ہے ہم تیرے سپاہی ہیں تو اگر ہمیں فتح دے تو ہم فتح یاب ہوجائیں گے، تو ہمیں شکست دے گا شکست کھا جائیں گے۔ ہمارے اندکوئی طاقت اور قوت نہیں قوت وسلطنت تیری ہی ہے تو رات بھر اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں عجز ونیاز سے سرزمین پر رگڑتے ہیں اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے ہیں۔

اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ ایسے بزرگ لوگ ہیں جس گاؤں میں جاتے ہیں اگر کھیتیاں جلی ہوئی ہوتی ہیں تو سرسبز ہوجاتی ہیں یہ دوسروں کی بیٹیوں کی ایسے ہی حفاظت کرتے ہیں جیسے اپنی بیٹیوں کی کرتے ہیں۔ اور اے رستم! تیرا یہ لشکر شرابیں یہ پیتے ہیں، جس گاؤں میں جاپڑتے ہیں، بہو بیٹیوں کی عزتیں برباد ہوجاتی ہیں جس کھیتی اور باغ میں پہنچ جاتے ہیں پھل اجڑ جاتے ہیں کھیتیاں سب برباد ہوجاتی ہیں۔ یہ اثرات تیری فوج کے ہیں اور یہ افعال ان کی فوج کے ہیں تو غلبہ تجھے ہوگا یا انھیں ہوگا؟۔

راتوں کو مصلے کی پشت پر یہ عبادت میں مصروف اور دنوں کو گھوڑے کی پشت پر سوار اللہ کے نائب بن کر یہ دنیا کی اصلاح کے درپے، تو درحقیقت رستم اور اس کے سرداروں نے پہچانا

کہ ان بزرگوں میں یہی دو چیزیں تھیں ایک طرف یہ عبادت میں کامل اور ایک طرف سر نیاز اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے دوسری طرف اس کی مخلوق کی اصلاح کے لیے دنیا میں سفر کر رہے ہیں۔ جو مفسد سامنے آتا ہے، اسے راستے سے ہٹاتے ہیں تاکہ دین پہنچ سکے اور لوگ دین پر غور کر سکیں۔

بہر حال جب مقصد زندگی عبادت اور خلافت نکلا سب سے بڑے عابد دنیا میں نبی کریم ﷺ تھے تو ان کی امت کو بھی سب سے بڑا عابد اور سب سے بڑا نائب خداوندی بننا چاہیے۔ یہ اُمت اس لیے آئی ہے کہ رات دن عبادت میں مصروف رہے اور رات دن اللہ کی نائب بن کر اللہ کی مخلوق کی اصلاح کرے۔ یہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اٹھے اپنی زندگی اور موت کا یہ مقصد قرار دے کہ میں چاہے جیوں یا مروں مگر خدا کا نام اونچا ہو۔ تو اللہ اس قوم کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ ذلت و رسوائی جب ہوتی ہے جب کوئی خدا کے نام کو چھوڑ کر اپنی برتری چاہے۔ اپنے عیش کو آگے رکھے خدا کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوتی۔ اس پر دشمن اور اقوام مسلط کی جاتی ہیں، جو اس کو غلامی میں جکڑ بند کرتی ہیں لیکن جو کہے مجھے ملک و دولت مقصود نہیں مجھے اللہ کا نام اونچا کرنا ہے۔ میری دولت، میری جان اور خاندان اس کے لیے وقف ہے، اس نصب العین کے تحت زندگی ہوگی وہ بھی باعزت ہوگی موت ہوگی وہ بھی باعزت ہوگی انسان کو اصل میں عزت کی زندگی کے لیے اللہ کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے دنیا میں ذلیل ہونے کے لیے نہیں بھیجا گیا تو سب سے بڑے خلیفہ خداوندی اور عابد خداوندی نبی کریم ﷺ ہیں، جیسے وہ سردار انبیاءؑ ہیں یہ امت امتوں کی سردار بنائی گئی۔ اس کو خیر امت اور افضل الامم کہا گیا۔ مگر افضلیت کیوں؟ کھانے پینے اور دولت کی وجہ سے نہیں اس وجہ سے اس کا کام یہ ہے کہ دنیا کی قوموں کی اصلاح کرے دنیا کی قوموں میں جو کھوٹ ہے اس کو رفع کرے اور اگر یہ دنیا کی قوموں کی نقالی کرنے لگے کہ جو کھوٹ ان کے اندر ہے وہ اپنے اندر لے لے۔ تو پھر اصلاح کیا کرے گی؟ اس کا حاصل تو یہ نکلا کہ دوسری قومیں اس پر غالب آئیں گی، یہ غالب نہیں آسکتی، یہ ایک چیز سے غالب آسکتی ہے وہ یہ کہ کلمہ خداوندی کو اونچا کرنے کا نصب العین لے کر چلے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں!

تم دنیا کی قوموں پر دولت سے غالب نہیں آسکتے۔ دولت دوسروں کے پاس زیادہ ہے

www.rahimia.org

تعداد میں تم دنیا پر غالب نہیں آسکتے اہل باطل کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے، اور رہے گی، تم اگر دنیا کی قوموں پر غالب آؤ گے تو اخلاق محمدی ﷺ سے غالب آؤ گے۔ کردار سے غالب آؤ گے، دین کو لے کر اٹھو گے تو غالب آؤ گے اس لیے سب سے بڑھ کر تمہارے پاس حجت دین ہے، اس سے بڑھ کر کوئی حجت نہیں۔ کہ اس کی تعلیمات حکیمانہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کے بعد خلافت ربانی کا کام شروع کیا اور اسلام کی دعوت دی تو پورا مکہ، حجاز اور ساری قوم آپ کی دشمن تھی۔ عزیز واقرباء دشمن صرف تین آدمی مسلمان ہوئے بوڑھوں میں صدیق اکبرؓ عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، اور لڑکوں میں حضرت علیؓ باقی سارا خاندان دشمن لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی، پورے استقلال کے ساتھ اس کلمہ کو لے کر چلے تو قوت مکہ والوں کے ہاتھ میں تھی۔ تعداد ان کی زیادہ تھی، تیرہ آدمی جب مسلمان ہوئے تو دار ارقم میں اندر سے زنجیر لگا کر نماز پڑھی جاتی۔ خطرہ کی وَجہ سے مسلمان باہر نہیں نکل سکتے تھے ناداری اور مفلسی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں ہم دار ارقم میں بند تھے رات کو بارہ بجے میں پیشاب کرنے کے لیے باہر نکلا صفا کی پہاڑی پر بیٹھا پیشاب کیا دھار جو پڑی تو ایسی کھنکھناہٹ کی آواز آئی جیسے کاغذ کے اوپر دھار گرتی ہے میں نے پیشاب کرنے کے بعد ٹٹولا معلوم ہوا کہ چمڑے کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا تھا اس کے اوپر پیشاب گر رہا تھا اس چمڑے کو لائے اور پانی سے پاک کیا، کئی وقتوں کے بھوکے تھے۔ اس چمڑے کو منہ میں ڈالا جس سے تسلی ہوئی کہ میں کچھ کھا پی رہا ہوں یہ مفلسی اور ناداری کی کیفیت تھی تو تعداد مسلمانوں کی تیرہ اور مشرکین مکہ کی تعداد کہیں زیادہ افلاس کا یہ عالم کہ کھانے کو نہ ملے، خزانے سارے ان کے ہاتھ میں ہیں۔

مگر اس کے باوجود زندگی کا مقصد یہ تھا کہ اس کلمہ (جو انسانیت کی معراج ہے) کو اونچا کرنا ہے۔ ہم خواہ مٹیں یا رہیں تیرہ برس کے بعد پورا مکہ اور پورا حجاز اسلام میں داخل ہوا۔ یہی قوم جو اقلیت میں تھی اکثریت میں آگئی وہ قوم جو بے شوکت تھی ساری شوکتیں اس کے ہاتھ میں آگئیں، اور جو قومیں شیر بنی ہوئی تھیں وہ اس کے سامنے جھک گئیں۔ اللہ کا نام لے کر کھڑے ہونے میں جب استقلال وثبات دکھلائے تو دنیا کی قومیں جھک جاتی ہیں ہمیں دوسری قوموں کی دولت وعزت نہیں چھیننی ہمیں تو خدا کا نام پہنچانا ہے چاہے ہم مر جائیں مگر یہ کلمہ قبول کرو اگر

اس شان سے چلیں گے دنیا کی قومیں ممنون ہوں گی۔

اخلاقی قوت سے ہی انسان اونچا ہوسکتا ہے

حضرات صحابہؓ جب ہندوستان میں آئے تو سب سے پہلے سندھ میں داخل ہوئے مؤرخین لکھتے ہیں سندھ کے بازاروں سے جب صحابہ گزرے تو کئی لوگوں نے ان کے چہرے دیکھ کر اسلام قبول کیا اور کہا یہ چہرے جھوٹوں کے نہیں ہو سکتے۔ان کے چہروں پر سچائی برستی ہے۔ان کا کردار اور چہرہ ومہرہ سب اسلام کا مبلغ تھا۔ہم اپنے کردار سے دنیا کی اقوام کو اسلام سے نفرت دلا رہے ہیں۔دنیا کی اقوام ہمارے عمل کو دیکھ کر اسلام کو سمجھتی جب وہ ہمارے اعمال کو دیکھتی ہے تو کہتی ہیں کہ ایسے اسلام کو سلام ہے اسے قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ہم اسلام کے مبلغ کیا ہوئے ہم خود اسلام کی تبلیغ میں روڑے بنے ہوئے ہیں۔

ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی درست کریں۔ہمیں علم وتعلیم اور اسلامی اعمال سے واقفیت ہو، جہالت کے ساتھ دنیا کی کوئی قوم اونچی نہیں ہوسکتی۔انسان کے لیے ترقی کا پہلا زینہ علم ہے تو تعلیم بھی ہو اور اخلاق درست ہوں۔ ہم میں صبر وتحمل، بردباری، حیاء، غیرت، حمیت، جذبہ خدمت ایسے اخلاق ہوں۔جب یہ اخلاق اور علم ہوگا تو ایسی قوم کبھی نیچے نہیں رہ سکتی یہ علم اور اخلاق ایک قوت ہے جو انسان کو گرنے نہیں دیتی، یہ انسان کو اونچا بنا دیتی ہے۔یہ جب نکل جاتی ہے تو کوئی چیز آدمی کو اونچا نہیں کر سکتی، جیسے ربڑ کی گیند میں ہوا بھری ہوئی ہے اگر اسے آپ زمین پہ زور سے پٹخ دیں تو وہ اتنا ہی اوپر جائے گی اسے واپس اس لیے کہ اس میں ہوا کی قوت بھری ہوئی ہے۔وہ نیچا نہیں دیکھ سکتی ،اگر ہوا نکال دیں وہ پھس سے ہو کے وہیں رہ جائے گی۔ایک مسلمان کو مثل گیند کے سمجھو اس میں جب تک دین اور علم واخلاق کی ہوا بھری ہوئی ہے اگر اس کو کوئی زمین پر پٹخے گا بھی یہ اوپر ہی جائے گا۔

اور اگر یہ روح اس کے اندر سے نکل گئی پھر جس قوم کا جی چاہے اسے تھپڑ مارے اور نیچے گرادے۔ہوا کی طاقت تو اس میں ہے نہیں اس لیے ہوا اندر وہی بھرنی چاہئے جس سے اندر طاقت آئے اور طاقت روح سے آتی ہے، پھر روح کی طاقت علم واخلاق سے،اسی سے آدمی کو خلافت کا مقام ملتا ہے،اسی سے انسان کے اندر عبادت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب تک کسی چیز کا

مقصد پورا نہ ہو۔اس کی زندگی بے کار ہوتی ہے۔مثلاً مدرسہ ہے اس کا مقصد تعلیم ہے اگر تعلیم نہ ہو مدرسہ بے کار ہے، گھر کا مقصد رہن سہن ہے اگر اس میں رہن سہن نہ ہو گھر بنانے کا فائدہ کیا؟ بازار کا مقصد یہ ہے کہ سامان ملے اگر سامان نہ ملے تو بے کار ہے، اگر انسان کا مقصد عبادت و خلافت ہے جب یہ مقصد نہ ہو یہ انسان گولی مار دینے کے قابل ہے۔اگر مقصد پورا کر رہا ہے تو وہ زندگی کی ثبوت دے رہا ہے۔

مسلمان کا دنیا میں مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے

دنیا کی اقوام کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔کسی کا مقصد دولت، کسی کا روٹی، کسی کا اقتدار۔اسلام اور مسلمان کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے، کہ میں رہوں یا نہ رہوں خدا کا نام اونچا ہونا چاہیے، میں اللہ کا نائب بن کر آیا ہوں۔تو بات وہ کرنی چاہئے جس سے ہم میں طاقت پیدا ہو، ہماری طاقت دین اسلام، ایمان اور خلافت اور روحانیت سے ہے، ہتھیار و دولت اور بلڈنگوں میں ہماری طاقت نہیں ہے، ہماری طاقت تو اللہ کے نام اور کام میں ہے۔جو آیت کریمہ میں نے پڑھی اس میں زندگی کے دو مقصد بتلائے ایک عبادت اور دوسرے خلافت۔ عبادت کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا۔(یبنی اقم الصلوۃ)۔حضرت لقمانؑ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے نماز قائم کر، نماز ہی چونکہ اصل میں عبادت ہے اس کا مطلب یہ نکلا کہ خدا کا عبادت گزار بندہ بن، اللہ کے آگے اپنی عاجزی پیش کر، اسی میں تیری عزت اور رفعت و سر بلندی ہے تو یہ فریضہ عبادت کا ہے جو زیادہ سے زیادہ نماز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

دوسری بات فرمائی (وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر)۔معروف کا امر کر، اور منکر سے ممانعت کر۔یعنی دنیا میں نیکی پھیلاؤ اور برائیاں مٹاؤ۔دنیا کی قوموں میں اچھے کاموں کی عادت ڈالو، برے کاموں سے روکو، فحش و بے حیائی کو مٹاؤ، بے غیرتی و بے حمیتی کا دنیا سے خاتمہ کرو، حیا، ایثار، سخاوت، مروت اور شجاعت ان اخلاق کو دنیا میں پھیلاؤ تا کہ اللہ کی طاعت و عبادت دنیا میں پھیلے اور بغاوت ختم ہو۔اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا گیا۔ امر بالمعروف یعنی نیکی کا آڈر دینا۔نہی عن المنکر برائی سے روک دینا۔اصل میں یہ کام اللہ کا ہے وہ ہے سب سے بڑا امر فرمانے والا اور برائیوں کو روکنے والا ہے۔مگر اس نے انسان کو اپنا

نائب بنایا کہ تم میری طرف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ تو اس سے خلافت و نیابت ثابت ہوتی ہے، جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ولله عاقبة الامور (سورۃ الحج:۴۱) حق تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہم ان مسلمانوں کو طاقت و اقتدار دے دیں تو ان کا مقصد کیک پیسٹری کھانا نہیں ہوگا، ان کا مقصد اللہ کی ترجمانی ہوگا، یہ نمازوں کا نظام قائم کریں گے صدقات پر دنیا کو مائل کریں گے۔ اچھی باتوں کا آرڈر جاری کریں گے برائیوں کو دنیا سے روکیں گے۔ یہ ان کا کام ہوگا۔ معلوم ہوا سلطنت دینے کا بڑا مقصد امر بالمعروف کا نظام قائم کرنا اور منکرات کو دنیا سے مٹانا ہے اسی کا نام خلافت ہے۔

قربانی سے نصب العین دنیا میں پھیلاتا ہے

ظاہر بات ہے جب مسلمان امر بالعروف اور نصیحت لے کر کھڑا ہوگا ساری دنیا نہیں مانا کرتی کچھ دوست بن جاتے ہیں، کچھ دشمن، مبلغ کے سامنے مقابلہ بھی کرتے ہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں خود حضور ﷺ کی شان میں کتنی گستاخیاں کی گئیں اس میں صبر و تحمل، عالی ظرفی اور بڑے اخلاق کی ضرورت ہوتی۔ اس لیے آگے فرمایا گیا واصبر علی ما اصابک۔ (سورۃ لقمان:۱۷) اور اس راستے میں جتنی مصیبتیں آئیں ان کو جھیلنے کی عادت ڈالو اور اپنے اندر صبر و تحمل پیدا کرو، عدم تشدد کا راستہ اختیار کرو۔ جس قوم میں صبر و تحمل اور برداشت آگئی وہ قوم کامیاب ہے چاہے وہ ابتدا میں تکلیف اٹھائے گی مگر چند دن کے بعد غلبہ اسی کا ہوگا۔

تو تین چیزیں فرمائی گئیں عبادت وخلافت کا نظام اور اخلاق کا نظام، کہ صبر و تحمل اور اولوالعزمی ہو۔ جو آدمی ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جائے کسی نے گالی دی بس لڑنے مرنے پر تیار، کسی نے اشارہ ہی کیا تو مکہ دکھانے کو تیار، وہ کبھی کام نہیں کرسکتا کام وہ کرے گا کہ قتل کی بھی دھمکیاں ہوں دولت بھی چھن لی جائے، غلامی کی بھی دھمکی دی جائے مگر وہ پرواہ نہ کرے، کہ یہ چیزیں مجھے مقصود نہیں ہیں مجھے تو اللہ کا نام بلند کرنا ہے فاقہ کروں یا کچھ کروں مجھے آگے بڑھنا ہے وہ کبھی نیچا نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے اس آیت کی روشنی میں میں نے یہ تین

باتیں عرض کیں ایک عبادت درست ہونی چاہیے دوسرا خلافت کا جذبہ ہونا چاہیے، اور تیسرا اخلاق اور کردار درست ہونا چاہیے۔تب جاکے قوم کی زندگی بن سکتی ہے اگر عبادت اور خلافت کا جذبہ نہ ہو، اخلاقی قدریں بھی نہ ہوں تو آخر پنپنے اور تازہ رہنے کی صورت کیا ہے؟

روٹی زندگی نہیں ہے زندگی انسان کا کردار اور نصب العین ہے وہ ہوگا تو قوم زندہ ہے آج دنیا میں جتنی قومیں بڑھ رہی ہیں وہ کھانے پینے سے نہیں یہ تو آثار میں سے ہے، اصل نصب العین ہے جو قوم کوئی مقصد لے کر کھڑی ہوئی اور وہ اس مقصد کی خاطر قربانیاں دے رہی ہے وہ بڑھے گی اور اقتدار پائے گی ہم کوئی بھی مقصد نہ رکھیں پس کھا پی لیا اور سو گئے یہ کوئی زندگی کا مقصد نہیں ہے اگر یہ مقصد ہے تو ہر جانور بھی یہ مقصد لیے ہوئے ہے۔تو پھر انسان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے انسان تو کوئی کمال لے کر آیا ہے، جامع تو اتنا کہ ساری مخلوقات اور خالق کے کمالات کے نمونے موجود اور مقصود صرف روٹی، اتنا اعلیٰ کردار لے کر آئے اور مقصد اتنا پھسپھسا جو ہر جانور کو بھی میسر۔تو انسان جیسا جامع ہے ویسا ہی مقصد بھی ہونا چاہیے۔

وہ مقصد یہی ہے کہ ایک طرف عبادت ہو یعنی اللہ کا سچا بندہ، اس کے نام پر مر مٹنے والا اور ایک طرف اس کا نائب کہ اس کا خلیفہ بن کر پوری دنیا میں اصلاح کا پیغام پہنچانے والا، اور اس میں اتنی مضبوط اتنا کہ جو مصیبت آئے اسے خوشدلی سے جھیلنے کو تیار، ایسے افراد اور ایسی قومیں ہمیشہ بلند و بالا ہوتی ہیں۔غور کیا جائے جو تین چیزیں میں نے پیش کیں ہیں یہ قوم کی برتری اور سربلندی کا پیغام ہیں تفصیلات اس کی بہت ہیں وہ تعلیم اور غور و فکر سے معلوم ہوں گی، مگر اصولاً یہی تین چیزیں ہیں جس سے قومیں بڑھتی ہیں ایک صحیح نصب العین کہ سچا عابد اور دوسرا نصب العین کہ سچا خلیفہ ربانی اور تیسرا نصب العین کہ سچا اخلاقی نمونہ رکھنے والا اس سے ان شاء اللہ برتری پیدا ہوگی، یہ آیت ہے تو دو تین لفظوں کی، مگر اس نے بڑا عظیم پروگرام پیش کر دیا ہے اور یہی اللہ کے کلام کی خصوصیت ہے اسی لیے قرآن کریم کو معجزہ کہا گیا۔

حق تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پروردگار کے کلام پر چلنے کی کوشش کریں اور اپنی زندگی کو قرآن وحدیث میں ڈھالیں۔اللہ تعالی ہمیں اپنی مرضیات پر چلائے اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی پیروی نصیب فرمادے۔(آمین)

www.rahimia.org

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

استعماری مظالم اور ملی تقاضے	شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ
جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ
قرآنی دعوتِ انقلاب	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
ولی اللّٰہی فکر کا تاریخی تسلسل	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
تقویٰ کیا ہے؟	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
دینِ حق اور برصغیر کا سامراجی نظامِ تعلیم	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
عبادت وخلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
شریعت، طریقت اور سیاست	مولانا محمد الیاس دہلویؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
جدوجہد آزادی کا رہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
اسلام اور گروہیت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
اسلام کا اقتصادی نظام؛ ایک تقابلی جائزہ	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
ولی اللّٰہی تحریک	مولانا سید محمد میاںؒ
امام شاہ عبدالعزیزؒ افکار اور خدمات	مولانا سید محمد میاںؒ
آزاد قومی پالیسی کا خاکہ	مولانا سید محمد میاںؒ
دینِ وحدت	مولانا سید سلیمان ندویؒ
جہاد کیا ہے؟	مولانا سید سلیمان ندویؒ
دین اور حکومت	مولانا سید سلیمان ندویؒ

www.rahimia.org

پوسٹ بکس نمبر 938 پوسٹ آفس گلگشت، ملتان